اشاعت نمبر: 27

امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ

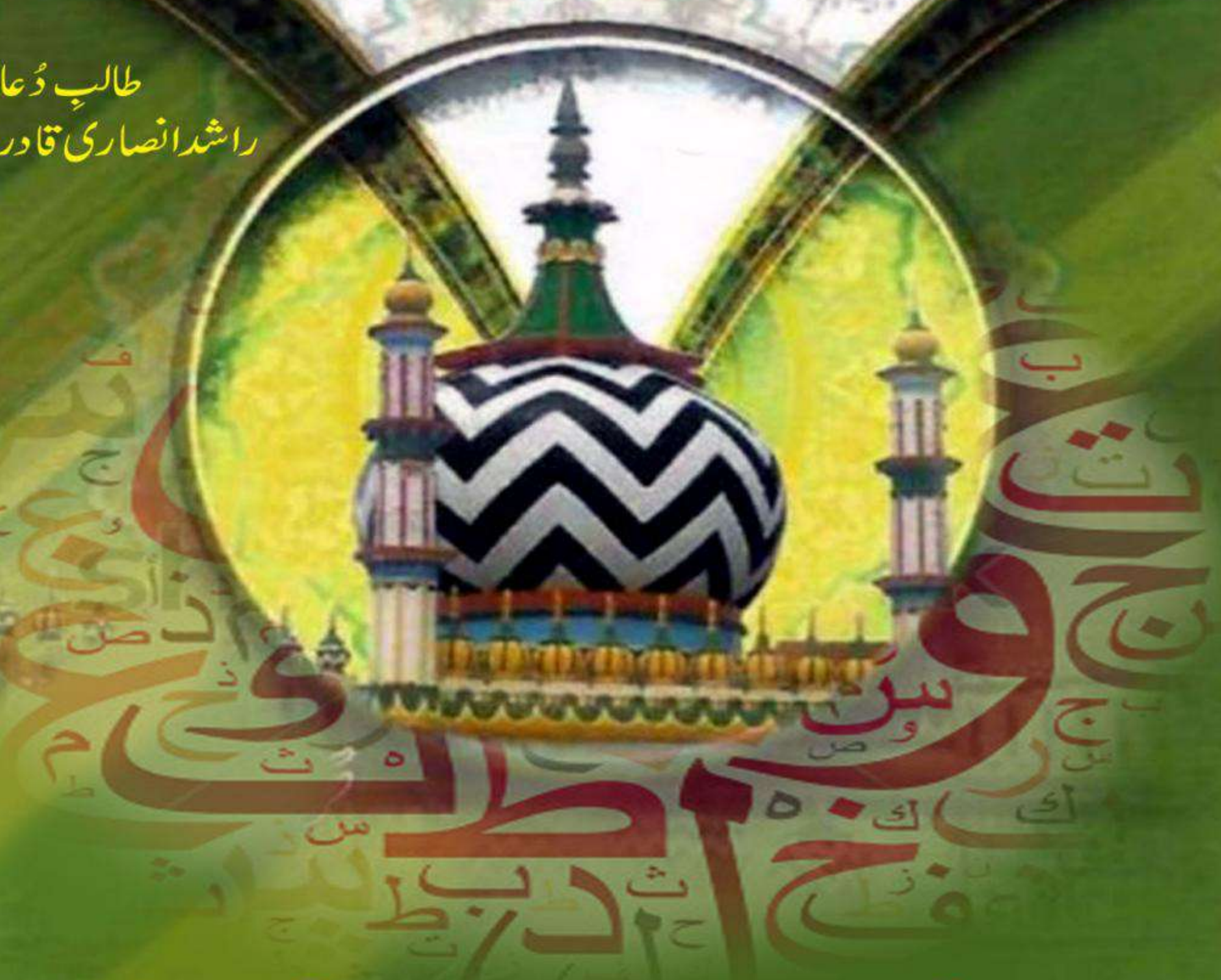
اور

عربی زبان و ادب

(حصّہ دوئم)

مولانا سید اولاد رسول قدسی

طالبِ دُعا:
راشد انصاری قادری رضوی



فیضانِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کراچی پاکستان

از: مولانا سید اولاد رسول قدسیؔ*

امام احمد رضا اور عربی زبان وادب

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی عبقری شخصیت پوری دنیائے اسلام کے لئے قطعی محتاج تعارف نہیں، آج دنیا کے مختلف ممالک میں آپ کے علم وفن کے مختلف شعبوں پر بڑے بڑے اسکالرز تحقیق کررہے ہیں اور ریسرچ کے بعد پی. ایچ. ڈی. کی ڈگری حاصل کرنا اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھتے ہیں، ربِّ قدیر نے آپ کے اندر ایسی ایسی محیر العقول صفات ودیعت فرمائی تھیں کہ جنہیں دیکھنے کے بعد الفضل ما شھدت بہ الاعداء کے تحت نرے دشمن کو بھی کہنا پڑتا ہے کہ بلا شبہ اعلیٰ حضرت کی ذاتِ ستورہ صفات آیت من آیت اللہ تعالیٰ ومعجزۃ من معجزات النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھی، جدید تحقیق کے مطابق آپ کو ۵۰ ۳ ر علوم وفنون پر کامل دسترس حاصل تھی اور ان فنون میں آپ کی گراں قدر تصنیفات بھی ملتی ہیں، ایک تخمینے کے مطابق آپ کی تصنیفات کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔

ربِّ قدیر نے امام احمد رضا کو ذہانت وذکاوت، علم وفضل اور صلاحیت ولیاقت کا ایسا بے بہا جوہر عطا کیا تھا جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے آٹھ سال کی عمر میں ''ہدایۃ النحو'' کی شرح عربی زبان میں لکھی، جبکہ آٹھ سال کی عمر میں بچہ اس کی عبارت خوانی پر کما حقہ قادر ہو نہیں پاتا چہ جائیکہ اسے سمجھے اور اس کی شرح لکھ ڈالے، اس سے بڑھ کر حیرت کن بات یہ ہے کہ آپ خود فرماتے ہیں کہ جب میری عمر بمشکل ساڑھے تین سال کی رہی ہوگی میں نا گہاں ایک دن مسجد کے سامنے ایک عربی لباس میں ملبوس سفید ریش بزرگ کو دیکھا جنہوں نے مجھ سے فصیح وبلیغ عربی میں کلام فرمایا اور میں نے بھی ان سے اسی انداز سے فصیح وبلیغ عربی میں گفتگو کی، اس کے بعد میں نے موصوف کو پھر کبھی نہیں دیکھا۔

آپ کی ذہانت اور کتاب فہمی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے والد گرامی خاتم المحققین حضرت مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ نے ''مسلم الثبوت'' (جو اصولِ فقہ میں منتہی کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی دقیق بھی ہے اور جس پر آپ نے دس سال کی عمر میں حاشیہ تحریر فرمایا) کے تدریسی ایام میں ایک بار ارشاد فرمایا کہ احمد رضا! میں تم کو نہیں پڑھاتا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تم مجھے پڑھاتے ہو، واضح رہے کہ آپ نے بیشتر کتابیں اپنے والد گرامی ہی سے پڑھیں۔

عربی زبان وادب پر آپ کی دسترس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک روایت کے مطابق چھ سال کی عمر میں آپ نے عربی زبان میں مجمع عام میں ایک ایسا پُر مغز خطاب فرمایا کہ اس وقت موجود بڑے بڑے علماء عش عش کر اُٹھے، اسی طرح مولانا عبد القادر بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کے عرس سراپا قدس کے زریں موقع پر آپ نے سورۂ والضحیٰ پر متواتر چھ گھنٹے ایسی لاجواب تقریر فرمائی اور ایسے ایسے نکات وحکم بتائے کہ اسٹیج پر جلوہ فرما متبحر علما حیرت واستعجاب کی انوکھی تصویر بن گئے، اسی موقع پر آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں نے اس سورۂ مبارکہ کی ابتدائی چند آیاتِ شریفہ کی تفسیر لکھنے کا آغاز کیا تو یہ تفسیر پھیلتے پھیلتے اسی (۸۰) جز تک پہنچ گئی، ایک روایت کے مطابق صرف آیت والضحیٰ کی تفسیر آپ نے چھ سو صفحات پر قلم بند فرمائی، اندازہ لگائیے کہ صرف والضحیٰ کی تفسیر کا یہ عالم ہے تو اگر آپ پورے قرآن مقدس کی تفسیر لکھتے تو پھر ایک دفتر تیار ہو جاتا۔

عربی زبان وادب پر آپ کو کس قدر عبور حاصل تھا، اس کی زندہ وتابندہ مثالیں دیکھنا ہو تو آپ کی تصانیف کے مطالعے سے

* مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت کے نامور شاعر اور بلند پایہ اہل قلم ہیں۔

پہلے ان کے اسماء پر اک نگاہ ڈال لی جائے، شاید ہی آپ کی کوئی ایسی کتاب ہو جس کا نام مسجع مقفّیٰ اور تاریخی نہ ہو، یاد رہے کہ تاریخی نام کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر مادۂ تاریخ کے سارے حروف کے اعداد بحساب جمل صغیر یا جمل کبیر جمع کئے جائیں تو وہ تاریخ جو ہمیں مطلوب ہو بلا کسی کمی وبیشی سے نکل آئے اور سنِ تصنیف بآسانی معلوم ہو جائے، یہ فن اس قدر پیچیدہ ومشکل ہے کہ عام عربی داں کی تخصیص کیا اس زبان کے ماہرین وکاملین بھی اظہارِ عجز کر بیٹھیں پھر یہ کہ ایک دو یا چند کتابوں کے نام کدوکاوش کے بعد تاریخی بنائے جاسکتے ہیں مگر یہاں تو دو چند کتابیں نہیں بلکہ ہزار سے زائد کتابوں کی ایک لمبی قطار ہے اور ہر کتاب کا نام نہ صرف یہ کہ تاریخی ہے بلکہ انتہائی خوبصورت الفاظ کی لڑیوں میں پرویا ہوا ایک دبستان ہے۔

ذیل میں ہم آپ کی چند کتابوں کے اسماء مع سن وہجری لکھ رہے ہیں انہیں پڑھئے اور سیدی اعلیٰ حضرت کے کمالِ فن کو سلام کیجئے اور آپ کی خداداد صلاحیت کو ہدیۂ تبریک پیش کیجئے:

· سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ (۱۲۹۷ھ-۱۸۸۰ء)
· منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (۱۳۰۱ھ-۱۸۸۳ء)
· الھاد الکاف فی حکم الضعاف (۱۳۰۱ھ-۱۸۸۳ء)
· تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین (۱۳۰۵ھ ۱۸۸۸ء)
· سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح (۱۳۰۷ھ-۱۸۹۰ء)
· الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلا (۱۳۱۱ھ-۱۸۹۴ء)
· الجاح الصادعن سنن الضاد (۱۳۱۷ھ-۱۹۰۰ء)
· الولو المکنون فی علم البشیر ما کان ومایکون (۱۳۱۸ھ-۱۹۰۱ء)
· الدولة المکیة بالمادة الغیبیه (۱۳۲۴ھ-۱۹۰۷ء)
· حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (۱۳۲۴ھ-۱۹۰۷ء)
· تمھید الایمان بآیات القرآن (۱۳۲۶ھ-۱۹۰۸ء)
· کنز الایمان فی ترجمة القرآن (۱۳۳۰ھ-۱۹۱۲ء)
· الطلبة البدیعه فی قول صدر الشریعه (۱۳۳۵ھ-۱۹۱۷ء)
· الاستمداد علی اجیال الارتداد (۱۳۳۷ھ-۱۹۱۹ء)
· الذبدة الزکیه فی تحریم سجود التحیه (۱۳۳۷ھ-۱۹۱۹ء)
· المحجة المو تمنه فی آیة الممتحنه (۱۳۲۹ھ-۱۹۲۰ء)

ہم نے خوفِ طوالت کی بنیاد پر آپ کی چند کتابوں کے اسماء پر اکتفا کیا ہے، اگر انہیں چند اسماء کتب کے محاسن پر گفتگو کی جائے تو ہزاروں صفحات پر مشتمل کئی ضخیم مجلدات تیار ہو جائیں، انشاء العزیز والقدیر زندگی نے وفا کی تو آپ کے مسجع ومقفّیٰ اور تاریخی اسماء کتب کے ادبی ومعنوی حسن وجمال پر سیر حاصل باتیں کی جائیں گی، تاریخی اسمائے کتب کے علاوہ آپ نے مختلف موقعوں پر مختلف سانحات سے متاثر ہو کر مادۂ تاریخ کا بھی آیات قرآنیہ یا الفاظ آیاتِ قرآنیہ سے استخراج کیا، مثلاً اپنے جدّ امجد حضرت مولانا رضا علی خان علیہ الرحمہ کی تاریخ وصال ''اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ'' سے (۱۲۸۲ھ) والد مکرم حضرت مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ کی ''وادخلی فی جنتی وعبادی'' سے (۱۲۹۷ھ) مرشد گرامی قدر حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی علیہ الرحمہ کی ''رضی اللہ عنه والمحبوب'' سے (۱۲۹۶ھ) حضرت سید حمزہ مارہروی علیہ الرحمہ کی ''وادخلی فی جنتی'' سے (۱۱۹۸ھ) حضرت صدر الافاضل کے والد ماجد حضرت مولانا معین الدین نزہت مرادآبادی علیہما الرحمہ کی ''رزق ربّك خیر'' سے (۱۳۲۹ھ)۔

سیدی اعلیٰ حضرت نے اپنی تاریخ ولادت بھی سورۂ مجادلہ کی آیت مقدسہ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ ط (۱۲۷۲ھ) سے مستخرج فرمائی، یعنی یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

مذکورہ آیتِ مقدسہ کے ابتدائی حصّے کی آیت کے محض ترجمے پر ہی غور کر لیا جائے تو سیدی اعلیٰ حضرت کی حیات طیبہ کے اہم مقاصد روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائیں گے، وہ آیت شریفہ ہے ''لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ ط یعنی تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا

کرنے والے ہوں۔''

اگر یوں کہا جائے تو سو فیصد صحیح ہوگا کہ سیدی اعلیٰ حضرت کی قابلِ تقلید پوری زندگی ان ہی آیات بینات کی تفسیر مبین تھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر آپ کی پاکیزہ زندگی کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے اور آپ کے شب وروز اور صبح ومسا کے پرنور لمحات پر غور وخوض کیا جائے تو آپ کی دو انتہائی اہم خوبیاں جلوہ بار ہوتی نظر آتی ہیں، وہ خوبیاں یہ ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت اور ان کی بارگاہوں کے گستاخوں سے عداوت، حدیث کے آئینے میں بلفظ دیگر یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی روشن حیات من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان اور الحب فی اللہ والبغض فی اللہ سے ہمیشہ عبارت رہی، جس کی پرنور حیات ایسی ہو تو پھر اس کی تاریخ ولادت پر ''اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ'' جیسی آیت مقدسہ کیوں نہ غماز ہو، یہی وجہ ہے کہ خود سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز قسمیہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے دل کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا ''لا الٰہ الا اللہ'' اور دوسرے پر لکھا ہوگا ''محمد رسول اللہ'' جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

صرف اپنی ولادت باسعادت کا مادۂ تاریخ ہی نہیں بلکہ آپ نے حیاتِ ظاہری ہی میں وصال کے تقریباً ایک سال پہلے سورۂ دہر کی آیت شریفہ سے اپنے سن وصال کی وضاحت فرما دی تھی، وصایا شریف میں مندرج ہے کہ ۱۳۳۹ھ میں جب ماہِ رمضان المبارک گرمی کے موسم میں جلوہ بار ہوا تو اس وقت مسلسل علالت کی بنیاد پر آپ پر بے حد نقاہت کا غلبہ تھا اور روزہ رکھنے کی طاقت بھی مفقود تھی پھر یہ کہ گرمی بھی شدت کی تھی، اس کے باوجود بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ وقت کا مجدد ماہِ صیام کے روزے ترک کر دے اگر ایسا ہوتا تو کوئی قباحت نہ تھی کیوں کہ شرعی عذر مانع تھا مگر آپ کے ذوق عبادت نے یہ گوارا نہ کیا اور آپ نے اپنی ذات کے لئے یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ چونکہ پہاڑ پر عموماً خنکی رہتی ہے اور میرے اندر اتنی قوت ہے کہ میں وہاں جا کر روزہ رکھ سکتا ہوں تو پھر روزہ رکھنا مجھ پر فرض ہے، نتیجتاً آپ نے روزہ رکھنے کی نیت سے کوہِ بھوالی ضلع نینی تال کے لئے رخت سفر باندھا اور وہاں ۲/رمضان ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۰/مئی ۱۹۲۱ء کو سورۂ دہر کی آیت ''وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ'' تحریر فرما کر اپنے سن وصال کی نشاندہی فرما دی، پھر ہوا بھی یوں کہ آپ کا وصال پر ملال ۲۵/صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو ہوا جو مذکورہ آیت پاک کے حروف کے اعداد کو جوڑا جائے تو نتیجہ ۱۳۴۰ھ برآمد ہوتا ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز نے ۱۳/سال دس ماہ کی قلیل عمر میں تمام علومِ نقلیہ وعقلیہ کی تکمیل فرمائی اور دستارِ فضیلت سے نوازے گئے، دستارِ فضیلت کے دن ہی آپ کے والد گرامی حضرت مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ نے اپنے لائق وفائق فرزند ارجمند کو مسند افتا کی زینت بنا دیا، چودہ سال کی عمر میں آپ نے رضاعت سے متعلق استفتاء کا انتہائی شافی جواب قلم بند فرما کر دنیا کے سامنے اپنا پہلا فتویٰ دلائل وبراہین سے مزین پیش فرمایا، چودہ سال کی عمر سے آپ کی فتویٰ نویسی کا سلسلہ ایسا چل پڑا کہ بفضلہ تعالیٰ چند سالوں میں آپ نے ''العطایا النبویۃ فی فتاوی الرضویۃ'' کی شکل میں بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل علوم وفنون کا بے بہا خزانہ قوم کو عطا فرمایا، آپ کے فتاوے کی عظمت شان کا یہ عالم ہے کہ آپ کے فتاوے کے چند اوراق پڑھ کر فقیہ مکۃ المکرمہ حضرت مولانا سید اسماعیل علیہ الرحمہ نے یوں قابلِ صد تحسین تاثر پیش کیا ''واللہ اقول والحق اقول انہ لو رأھا ابوحنیفۃ النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاقرت عینہ ویجعل مؤلفھا من جملۃ الاصحاب۔ یعنی بخدا میں کہتا ہوں اور حق کہتا ہوں کہ اگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کو ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں اور انہیں اپنے تلامذہ (امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، امام عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے طبقے میں شامل کر لیتے۔''

آپ نے ایک اور مقام پر یہ بھی ارشاد فرمایا ''بل اقول لو قیل فی حقہ انہ مجدد ھٰذا القرن لکان حقا وصدقا لیس علی

اللہ لمستنکر ان یجمع العالم فی واحدٌ- یعنی بلکہ میں کہتا ہوں کہ انہیں اس صدی کا مجدد کہا جائے تو یہ بات مبنی برحق وصداقت ہوگی، اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے قطعی طور پر متعذر نہیں کہ وہ ایک فردِ واحد کے اندر کل جہاں کو آباد فرمادے۔

آپ کے فتاوے کی ہمہ گیری وجامعیت پر اس سے بڑھ کر دلیل کیا ہوگی کہ وہ پانی جس سے وضو کا جواز ثابت ہے اس کی آپ نے ایک سو ساٹھ اور وہ پانی جس سے وضو کا عدم جواز ثابت ہے، اس کی ایک سو چھیالیس قسمیں بالتفصیل بیان فرمائیں، اسی طرح جن چیزوں سے تیمم جائز ہے ان کی ایک سو اکیاسی قسمیں واضح فرمائیں، ان ایک سو اکیاسی قسموں میں چوہتر قسمیں وہ ہیں جو جملہ فقہائے کرام کی مساعی جلیلہ کا روشن نتیجہ ہیں، رہیں دیگر ایک سو سات قسمیں! یہ آپ کی بے مثال علمی بصیرت کی جلوہ سامانیاں ہیں، وہ چیزیں جن سے تیمم کرنا جائز نہیں ان کی تعداد فقہائے کرام نے اٹھاون بتائی مگر آپ نے ان میں بہتر قسموں کا اضافہ فرما کر فقہی دنیا کو حیران وششدر کر دیا، آپ کے فقہی کمالات پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے کے بعد پورے وثوق سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ بلاشبہ فتاویٰ رضویہ محض فتاوے کے مجموعے کا نام نہیں بلکہ یہ فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔

آپ کے فتاوے کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اپنے تو اپنے اغیار بھی ان سے استفادہ کرنے پر مجبور ہیں، جب کسی مفتی کو کسی مسئلے کا حل مشہورِ زمانہ کتب فقہ شامی، عالم گیری، فتح القدیر وغیرہ میں نہیں مل پاتا تو وہ فتاویٰ رضویہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اسے تھوڑی سی جستجو کے بعد مفتی بہ اور شافی جواب حاصل ہو جاتا ہے، فتاویٰ رضویہ کی اہمیت وافادیت سے متعلق جناب مجیب مصری صاحب اپنے مشہور مقالہ ''مولانا احمد رضا خاں واللغة العربیة'' میں رقم طراز ہیں ''وبالنظر فی ھٰذا النثر الفنی تبین لنا انه یتسم بالسلاسة- یعنی امام احمد رضا کے شہرۂ آفاق ''فتاویٰ رضویہ'' کے فنی نثر کا بالغائر مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واشگاف ہو جاتی ہے کہ یقینا سلاست وروانی آپ کے طرزِ نگارش کا مابہ الامتیاز وصف ہے۔

کثیر التصانیف پروفیسر ڈاکٹر حسین جنہیں مختلف ممالک نے تمغۂ امتیاز سے نوازا ہے، سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے فقید النظیر علم وفن سے متاثر ہو کر آپ کی عظمت شان پر ایک نہیں بلکہ دو قصیدے بزبان عربی کہے، ان قصیدوں کو پڑھنے کے بعد سیدی اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی اور تفحصِ فنی کا اعتراف اپنے تو اپنے ہیں غیروں کے لئے بھی ناگزیر ہو جاتا ہے، موصوف کا ایک جملہ جو انتہائی جامع اور مبنی برحقیقت ہونے کے پہلو بہ پہلو آپ کی عربی زبان وادب پر مہارت تامہ کا خطبہ پڑھتا ہوا نظر آتا ہے، کہتے ہیں ''علامہ اقبال کو میں نے ترجموں سے جانا مگر امام احمد رضا کو براہِ راست عربی سے جانا گو یا یہ کوئی عربی نژاد ہندی ہیں۔''

علاوہ ازیں موصوف نے سیدی اعلیٰ حضرت کے کمالِ علم و فن بالخصوص عربی زبان وادب پر دسترس سے متعلق کئی مقالے تحریر فرمائے جو مصر کے مختلف اخباروں میں شامل اشاعت ہوئے، مزید برآں انہوں نے ان مقالوں کو یکجا کر کے کتابی شکل میں بھی پیش کیا، اپنے ایک قابل قدر مقالے بنام ''وجه الحاجة الیٰ دراسة مولانا احمد رضا خاں'' میں ریسرچ اسکالرز کو یوں پیغام دیتے ہیں ''وللباحثین والدراسین ان یدرسوا تراثه من روایاه المختلفة وبذالك تكون دراستهم للتراث الاسلامی لها الشمول والعموم- یعنی جو حضرات تحقیقی مزاج رکھتے ہیں اور جو میدان تخصص میں کارنمایاں انجام دینے کے متمنی ہیں ان کے لے امام احمد رضا کے ذہنی وعلمی افکار وخدمات کا گونا گوں طریقوں اور پیرایوں سے مطالعہ اسلامی تراث کی آفاقیت کے لئے ناگزیر ہے۔''

جامعہ ازہر کے شعبۂ عربی ادب کے استاد پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس صاحب اپنے تحقیقی مقالہ بنام ''احمد رضا خان مصباح هندی بلسان عربی'' کے اندر بصمیم قلب سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے فکر وفن اور زبان وبیان کا یوں اعتراف کرتے ہیں ''ان ربّنا تبارك وتعالیٰ افاض علیه خضم هائل من الفكر ومع ذالك لم یحرم العاطفة فرزقه عینا فی قلبه فیاضة بالشعر ولسانا یتغنی باجلی الكلمات العربیة- یعنی ربِّ قدیر نے امام احمد رضا خاں کو علوم وافکار کا بحر ناپیدو کنار

بنایا تھا، اس پر مستزاد یہ کہ رب نے انہیں جوش وولولہ سے بھی محروم نہ رکھا، ان کے دل کے نہاں خانے میں ایک ایسا چشمہ جاری فرمایا جو بشکل اشعار ابلتا رہتا اور ایسی زبان عطا کی تھی کہ جس سے حلاوت انگیز عربی الفاظ وکلمات کی نغمگی کی صدائیں آتی رہتی تھیں۔''

اسی مقالے میں موصوف حقائق کی عقدہ کشائی کرتے ہوئے کہتے ہیں ''فشاعرنا رجل حاذق تعددت اغراضه الشعريه و اسمع لی ايها القاری العزيز ان اقول لك انه احمد رضا خاں شاعر محير العقول مكتمل والعاطفة جياشة والاحساس عين فوارة ولسانه طبع الفاظه تاتيه مستملحه غير مستكرهة فی اغلب الاحيان متمسك غاية التمسك بتراث اجدادنا العرب۔ یعنی ہمارا شاعر انتہائی قابل ہے، اس کے شعری مقاصد متعدد جہتوں کو محیط ہیں، اے پیارے قاری بغور میری بات سن کہ امام احمد رضا کی مقدس ہستی محیر العقول شاعر، جامعیت سے متصف، پرجوش جذبات سے مملو، چشمۂ رواں کی طرح احساس اور فصاحت وبلاغت کی پیکر زبان کی متحمل ہے، ان کے مستعمل الفاظ غرابت سے عاری اور بے حد شستگی وکشش سے آراستہ ہوتے ہیں، بسا اوقات ہمارے عرب آباء واجداد کی تراث نظر آتے ہیں۔''

ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس اپنے دوسرے مقالے ''وقفه فی ظلال لبساتين الغفران'' میں جہاں سیدی اعلیٰ حضرت کے بے مثال کمالات اور کارہائے نمایاں کے معترف ہو کر صفحات کے صفحات آپ کی پذیرائی میں تحریر کئے ہیں وہیں عربی زبان و ادب پر آپ کو جو ید طولیٰ حاصل تھا، اس پر اظہار حیرت کرتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ''واظن لو ان الشاعر اماهی وسالته عن سبب هٰذا الفيض المدرار بلغتنا العربية لقال انها لغة قرأننا ولسان حبيبنا صلی الله تعالیٰ عليه وسلم و فصحیٰ اهل الجنة۔ یعنی میرے دل میں یہ خیال گذرتا ہے کہ اگر اس شاعر سے مجھے شرفِ لقا حاصل ہوتا تو میں اس سے عربی زبان وادب کے لامحدود فیوض وبرکات کے اسرار سے متعلق پوچھتا تو وہ یہی جواب دیتا کہ یہ ہمارے قرآن، ہمارے حبیب ﷺ اور اہل جنت کی زبان ہے۔''

بعض معاندین یہ کہہ ڈالتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کو علم حدیث میں کوئی کمال حاصل نہیں تھا لہٰذا ان کے لئے محدث بریلوی کا اطلاق بے معنی وبے جا ہے، ایسے کج فہموں کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ کوئی اس وقت تک فقیہ نہیں بن سکتا جب تک کہ اسے فن حدیث میں مہارت نہ ہو، سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ایک بے بدل فقیہ تھے تو ماننا پڑے گا کہ آپ بے مثال محدث بھی تھے، ہمارے اس دعوے کے پشت پناہ تقریباً سترہ مختلف کتب احادیث پر آپ کی گراں قدر معلومات افزا حواشی ہیں، ان کتب احادیث میں صحاح ستہ کے علاوہ شرح جامع صغیر، سنن دارمی، شرح معانی الآثار، عمدۃ القاری شرح بخاری، فتح الباری شرح بخاری، ارشاد الساری شرح بخاری، کنز العمال، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، فیض القدیر شرح جامع صغیر، موضوعات الکبیر، التعقبات فی الموضوعات بھی شامل ہیں۔

علاوہ ازیں مدارج طبقات الحدیث، الافادات الرضویه، الهاد الکاف فی حکم الضعاف، النهی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید، حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوٰتین، الفضل الموهبی فی معنیٰ اذا صح الحدیث فهو مذهبی، النجوم والثواقب فی تخریج احادث الکواکب جیسے معرکۃ الآراء رسائل آپ کے کمال فن حدیث پر روشن دلیلیں ہیں، مزید برآں اسمائے رجال کی شہرۂ آفاق کتب تقریب التهذیب، تهذیب التهذیب، میزان الاعتدال، تذکرۃ الحفاظ پر آنکھوں کو خیرہ کرنے والے حواشی بھی آپ کی لیاقت روایت ودرایت کے ناقابل انکار ثبوت ہیں۔

ذیل میں سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کو علم حدیث پر کس قدر تبحر حاصل تھا، اس سلسلے میں حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کا مشاہداتی وتجرباتی قابل قدر تاثر ملاحظہ کیجئے ''علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی روایت ودرایت کی خامیاں ہر وقت از بر علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے، اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر

راوی کی جرح وتعدیل کے جوالفاظ فرمادیتے اُٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب وتہذیب اور تذہیب میں وہی الفاظ مل جاتے تھے، اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغفِ کامل اور مطالعہ کی وسعت۔''

علم حدیث کے علاوہ علم تفسیر پر بھی آپ کو کما حقہ درک حاصل رہا اس کے استدلال وامتثال میں تفاسیر کی بڑی معتبر و مستند کتابوں پر آپ کے حواشی پیش کئے جاسکتے ہیں، ان کتابوں کے اسماء ہیں: تفسیر بیضاوی، عنایت القاضی، معالم التنزیل، اتقان فی علوم القرآن، الدر المنثور، تفسیر خازن وغیرہ۔

واضح رہے کہ سطورِ بالا میں احادیث وتفاسیر کی جن کتابوں پر آپ کے حواشی کا ذکر ہوا، وہ سب کی سب اُردو زبان میں نہیں بلکہ انتہائی فصیح وبلیغ عربی زبان میں ہیں، اگر آپ کی عربی تصنیفات میں کتب وحواشی شمار کی جائیں تو ان کی تعداد ایک سو پچاس سے بھی زائد بنتی ہے، عربی زبان وادب پر آپ کا لائق صد مدحت کمال صرف حدیث وتفسیر کی کتابوں کے محور پر محو گردش نہیں کرتا بلکہ دیگر علوم وفنون (خواہ عقلیہ ہوں یا نقلیہ) پر بھی آپ کی تحریر کردہ انتہائی معیاری اور معلومات افزا کتب وحواشی آپ کی عربی دانی کے منہ بولتے شواہد ہیں، ذیل میں مع فنون کتب ورسائل کی ایک عمومی فہرست ملاحظہ کریں:

عقائد وکلام: السعی المشکور، حاشیۃ شرح فقہ اکبر، حاشیۃ خیالی علی شرح العقائد، حاشیۃ عقائد عضدیۃ، حاشیۃ شرح مواقف، حاشیۃ شرح مقاصد، حاشیۃ مسامرہ ومسایرہ، حاشیۃ التفرقہ بین الاسلام والزندقۃ حاشیۃ الیواقیت والجواہر، حاشیۃ مفتاح السعادۃ، حاشیۃ تحفۃ الاخلاق، حاشیہ الصواعق المحرقۃ۔

فقہ وتجوید: جد الممتار (سات جلدیں) شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر کفل الفقیہ الفاھم علی قرطاس الدراھم، نور عینی فی الانتصار الامام العینی، تبویب الاشباہ والنظائر، حاشیۃ فواتح الرحموت، حاشیۃ حموی شرح الاشباہ والنظائر، حاشیۃ الاسعاف فی احکام الاوقاف، حاشیۃ اتحاف الابصار، حاشیۃ کشف الغمۃ حاشیۃ شفاء السفاء۔

تصوف، اذکار، اوفاق، تعبیر: ازھار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار، حاشیہ حدیقۃ ندیہ، حاشیہ مدخل جلد اوّل، دوم، سوم، حاشیہ کتاب الابریز، حاشیہ کتاب الزواجر، الفوز بالآمال فی الاوفاق والاعمال، حاشیہ تعطیر الانام

تاریخ، سیر، مناقب: حاشیہ حاشیہ ھمزیہ، حاشیہ زرقانی شرح مواھب، حاشیہ بھجۃ الاسرار، حاشیہ لفوائد البھیہ، حاشیہ کشف الظنون، حاشیہ عصر الشارد، حاشیہ خلاصۃ الوفاء، حاشیہ مقدمہ ابن خلدون۔

ادب، نحو، لغت، عروض: تبلیغ للکلام الی درجۃ الکمال فی تحقیق اصالۃ المصدر والافعال، حاشیہ صراح، حاشیہ تاج العروس، حاشیہ برجندی، حاشیہ زلالات البرجندی، حاشیہ زیج ابلخانی۔

علم جفر وتکسیر: اطائب الاکسیر، رسالۃ فی علم الجفر، حاشیہ الدر المکنون، الثواقب الرضویہ علی الکواکب الدریہ، الداول الرضویہ للاعمال الجفریہ، الوسائل الرضویہ للمسائل الجفریہ، اسھل الکتب فی جمیع المنازل۔

جبر ومقابلہ: حاشیہ القواعد الجلیلہ

ارثما طیقی: الموھبات فی المربعات

توقیت، نجوم، حساب: حاشیہ زبدۃ المنتخب، حاشیہ جامع الافکار، حاشیہ حدائق النجوم۔

ہیئت، ہندسہ، ریاضی الکسر العشری، رسالہ العاد قمر، حاشیہ تصریح، حاشیہ شرح چغمینی حاشیہ علم الھیہ، حاشیہ کتاب الصور۔ منطق: حاشیہ ملا جلال میر زاھد، حاشیہ شمس بازغہ۔

سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کی جملہ کتب ورسائل کے خطبے فصاحت وبلاغت سے مرصع اور ادبی محاسن کے مرقع ہوتے ہی ہیں لیکن فتاویٰ رضویہ کا خطبہ اپنی نوعیت کا ایسا منفرد خطبہ ہے کہ جس کی تمثیل محال نہیں تو ناممکن ضرور ہے، یہ ایک ایسا فقید المثال

خطبہ ہے، جس میں دل آویز استعارات، تابناک تلمیحات، خوب صورت تشبیہات اور پر کشش اشارات کی جلوہ آرائیاں ہیں، فصاحت و بلاغت کی عطر بیزیوں سے گلشن ادب مہک رہا ہے، اس بے مثال خطبے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے حمد الٰہی، درود وسلام، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام، ائمہ کرام، اہل بیت اطہار کی مدح وثنا کے لئے حضرت امام اعظم، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک، حضرت احمد بن حنبل، حضرت امام محمد، حضرت امام ابو یوسف اور چوراسی معتبر ومستند کتب فقہ کے اسماء اس قدر حسین پیرائے میں استعمال فرمائے ہیں کہ خود عربی زبان وادب اپنی زبانِ حال سے داد وتحسین کی فلک شگاف صدائیں بلند کر رہا ہے، بلفظ دیگر یوں کہئے کہ ان اسماء کی حسین ترتیب حمد الٰہی کی کلیوں کی مسکراہٹ، نعتِ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گلہائے رنگا رنگ کی نکہت، درود وسلام کی رفعت ومنزلت، صحابہ کرام کی شان وعظمت، خلفاء اربعہ کی عزت وسطوت اور اہل بیت اطہار کی محبت وعقیدت کی لطیف خوشبوؤں سے مشک بارزعفران زار نظر آتی ہے، ساتھ ساتھ گلستانِ خطبہ کے پتے پتے محسناتِ بدیعیہ سے بھی ہرے بھرے نظر آتے ہیں، واضح رہے کہ اس خطبے میں آپ نے براعت استہلال کا مکمل لحاظ رکھا ہے، اگر تجزیاتی مطالعے کی روشنی میں انکشاف حقیقت کیا جائے تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ ہماری نظروں سے آج تک ایسا نادر وجامع خطبہ گزرا اور نہ ایسے خطبے کے وجود کا امکان نظر آتا ہے، ذیل میں ہم اس عظیم الشان خطبے میں جن چوراسی کتب فقہ کا نادر الوقوع استعمال ہوا ہے ان کے اسماء پیش کرتے ہیں:

(۱)الفقه الاکبر (۲) الجامع الکبیر (۳)زیادات (۴) فیض (۵) المسبوط (۶)الدرر (۷) الغرر (۸)هداية (۹) بداية (۱۰) نهاية (۱۱)وقاية (۱۲) نقاية (۱۳) دراية (۱۴)عناية (۱۵) كفاية (۱۶)الحسن (۱۷) الاصل (۱۸) المحيط (۱۹) بسيط (۲۰) وجيز(۲۱)وسيط (۲۲) البحر الذخار(۲۳) درمختار(۲۴) خزائن الاسرار (۲۵)تنوير الابصار (۲۶)ردالمحتار (۲۷)منح الغفار (۲۸)زادالفقير (۲۹)متقى الابحر (۳۰)فتح القدير (۳۱) مجمع النهر (۳۲) نزالدقائق (۳۳) تبيين الحقائق (۳۴) بحر الرائق (۳۵) نهر الفائق (۳۶) المنيه (۳۷) الغنيه (۳۸) مراقى الفلاح (۳۹) امدادالفتاح (۴۰) ايضاح (۴۱) اصلاح (۴۲) نورالايضاح (۴۳) كشف (۴۴) المضمرات (۴۵) حل المشكلات (۴۶) الدر المنتقى (۴۷) ينا بيع (۴۸) المبتغى (۴۹)تنوير البصائر (۵۰) زواهر الجواهر (۵۱) البدائع (۵۲) النوادر (۵۳) الاشباه والنظائر (۵۴) مغنى (۵۵) نصاب (۵۶) الحاوى القدسى (۵۷) كافى (۵۸) وافى (۵۹) الشافى (۶۰) المصفىٰ (۶۱) المستصفىٰ (۶۲) لمجتبى (۶۳) المنتقى (۶۴) عدة (۶۵) النوازل (۶۶) انفع الوسائل (۶۷) اسعاف (۶۸) عيون المسائل (۶۹)عمدة (۷۰) خلاصه(۷۱) مصابيح (۷۲)مفاتيح (۷۳) الشيخين (۷۴)الصاحبين (۷۵) الطرفين (۷۶) نورالعين (۷۷) مجمع البحرين (۷۸) الاركان الاربعه (۷۹) الانوار (۸۰) ذخيرة (۸۱) تحفة الفقهاء (۸۲)جامع الفصولين (۸۳) الحقائق (۸۴)المهذب۔

عربی زبان وادب پر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کی مہارت کاملہ کا شاہکار نمونہ الدولة المكية بمادة الغيبية ہے، یہ کتاب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت پر دلائل وبراہین سے مزین ہونے کے ساتھ ساتھ جہاں دیابنہ وہابیہ کے عقائد فاسدہ کا ردِّ بلیغ اور ان کے سرخیل کارواں خلیل احمد انبیٹھوی کے ناپاک مقاصد کی نقاب کشائی وناکامی پر دال ہے وہیں شاہِ حجاز جناب شریف علی پاشا سمیت متبحر علماء عرب کا آپ کے جمالِ علم وفضل اور کمالِ عربی زبان وادب کا قابل قدر برملا اعتراف بھی ہے۔

اگر یہ کہا جائے تو قطعی غلط نہ ہوگا کہ مذکورہ کتاب آپ کی عظیم کرامت کا پیش خیمہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم بخار کی شدت اور انتہائی نقاہت کے عالم میں کتابوں کی عدم موجودگی کے باوجود صرف ساڑھے آٹھ گھنٹوں کے قلیل وقت میں آپ نے ایسی مبرہن ومدلل کتاب تحریر فرمائی جو بے بدل ہونے کے پہلو بہ پہلو تمام وہابیہ ودیابنہ کے لئے کل بھی چیلنج تھی، آج بھی ہے اور تاقیامت تک رہے گی۔

یہی وہ عالی شان کتاب ہے جسے سننے کے بعد ستر سالہ حضرت شیخ الخطباء کبیر العلماء مولانا احمد ابوالخیر نے فرطِ جذبات میں سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے لئے فرمایا تھا ''انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعالکم۔ یعنی میں آپ کے قدموں کو بوسہ دوں میں آپ کے جوتوں کو بوسہ دوں۔'' ایسے موقع پر رئیس العلماء حضرت مولانا صالح کمال نے جناب شریف علی پاشا کے دربار میں اسے پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اس کتاب میں وہ علم ظاہر کیا ہے جس کے انوار چمک اُٹھے ہیں۔''

اس کتاب کے دلائل قاہرہ اور براہین باہرہ سے متاثر ہوکر شاہِ حجاز نے فرمایا تھا ''الله یعطی وھولاء یمنعون۔ یعنی اللہ تو اپنے محبوب کو علم غیب سے نوازتا ہے اور یہ وہابیہ انکار کرتے ہیں۔'' جب الدولة المکیہ کی شہرت و پذیرائی مکة المکرمہ میں ہونے لگی اور اس پر ذی وقار علماء حرم نے تقریظات لکھنا شروع کیں تو خلیل احمد انبیٹھوی سمیت دیگر وہابیہ حسد کی آگ میں جل بھن کر خاکستر ہو گئے۔

آپ کے کمالِ عربی زبان وادب کا ذکر چلے اور کنز الایمان فی ترجمة القرآن کے محاسن کا تذکرہ نہ ہو تو پھر موضوع تشنۂ تکمیل رہ جائے گا، جس طرح الدولة المکیة بالمادة الغیبیة جیسی معرکۃ الآراء اور نادر المثال کتاب آپ نے بغیر کسی کتاب کی مدد کے فقط ساڑھے آٹھ گھنٹوں کی قلیل مدت میں تحریر فرمائی، اسی طرح پورے قرآن مجید کا ترجمہ بھی آپ نے بغیر کسی کتاب کی مدد کے اپنے تلمیذ ارشد صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی کو لکھوایا، یعنی ترجمے کا انداز یہ تھا کہ حضرت صدر الشریعہ آیت کی تلاوت کرتے جاتے اور آپ فی البدیہہ اس کا ترجمہ بولتے جاتے، حضرت صدر الشریعہ فرماتے ہیں کہ جب میں اور علماء (جو اس محفل میں حاضر رہتے تھے) ترجمہ کے بعد کتب تفاسیر دیکھتے تو ہمیں بے حد حیرانی ہوتی تھی کہ آپ کا ترجمہ عین مستند و معتبر مشہور زمانہ تفاسیر کی کتابوں کے عین مطابق ہوتا۔

نہ صرف یہ کہ آپ کی عربی تحریر اپنی مثال آپ تھی بلکہ آپ عربی وزبان میں ایسے منفرد لب و لہجے سے کلام فرماتے تھے کہ کوئی عرب کا باشندہ بھی ذرّہ برابر فرق نہیں کر پاتا تھا کہ یہ کوئی غیر عرب بول رہا ہے، آپ بلا جھجھک شہری عربی (جو حرمین شریفین میں بولی جاتی ہے) بدوی عربی، مصر وشام کے رہنے والوں کی عربی میں گفتگو فرماتے تھے، علاوہ ازیں فصیح کتابی عربی بولنے پر آپ مکمل قدرت رکھتے تھے۔

عربی نثر کے علاوہ عربی نظم میں بھی آپ کی قادر الکلامی قابلِ صدستائش رہی، جیساکہ اس سے پہلے میں نے ''بساتین الغفران'' کا مختصر ذکر کیا ہے (جو آپ کے عربی کلام کا مجموعہ ہے اور دوسو پچاس صفحات پر مشتمل ہے) جسے پروفیسر سید حازم نے اپنے حسن ترتیب سے مصر میں اس کی اشاعت کی سعادت حاصل کی اور اسے پڑھنے کے بعد بڑے بڑے فضلائے عرب آپ کی عربی نظم گوئی کی فصاحت وبلاغت کے معترف ہونے کے ساتھ ساتھ نہ صرف یہ کہ اس فن پر آپ کی مہارت وقدرت کے بصمیم قلب قائل و معترف ہوئے بلکہ آپ کی بارگاہ میں بڑی فراخ دلی کے ساتھ خراجِ دادو تحسین بھی پیش کیا، سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے مہتم بالشان قصیدۂ عربیہ کے مندرجہ ذیل اشعار:

الحمد للمتوحد بجلاله المتفرد
وصلوٰته دوما علی خیر الانام محمد
وآل واصحابهم، ماوای عند شدائد

پڑھنے کے بعد بالخصوص علماء مصر نے کس والہانہ انداز سے آپ کی بارگاہ میں ہدیۂ تبریک پیش کیا، آئیے اس سلسلے میں آپ کے محبوب خلیفہ قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مہاجر مدنی علیہ الرحمہ کی زبانِ فیض ترجمان سے سماعت فرمائیے، فرماتے ہیں ''میں نے مصر کے فاضل ترین علماء کرام کے اجتماع میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا قصیدۂ عربیہ پڑھا تو انہوں نے بیک زبان کہا کہ یہ قصیدہ تو کسی فصیح اللسان عربی النسل عالم کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے، فقیر نے انہیں بتایا کہ اس قصیدے کے لکھنے والے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہیں جو عربی نہیں عجمی ہیں تو علمائے مصر حیرت میں ڈوب گئے کہ وہ عجمی ہوکر عربی میں اتنے ماہر ہیں؟ پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس نے سیدی اعلیٰ

حضرت قدس سرہٗ العزیز کی عربی شاعری کے تناظر میں تیس سے زیادہ ممالک کے طلبہ واساتذہ کی موجودگی میں جو مقالہ پڑھا تھا، اس کا ایک اقتباس اُردو ترجمے کی روشنی میں سماعت فرمائیں:

''مولانا احمد رضا خاں عربی نہیں تھے لیکن آپ حضرات جب ان کی عربی شاعری کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو خوشگوار حیرت ہوگی کہ وہ ایسے شاعر تھے کہ اگر ان کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ وہ ہندوستانی تھے تو آپ ان کو عربی شاعر گمان کریں گے، ہم ان کے عربی دیوان کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معیاری عربی شاعری پڑھنے کو ملتی ہے، ان کی شاعری کے متعدد موضوعات اور مقاصد ہیں، ان کے دل ودماغ نے ان کی شاعری میں مشترکہ کردار ادا کیا ہے اور جب ہم حاصل قصیدہ شعر کا سراغ لگاتے ہیں تو ہمیں ایک قصیدے میں ایک سے زیادہ ایسے اشعار ملتے ہیں اور بعض اوقات ایسا شعر ایک مختصر سے قطعہ میں بھی جلوہ فگن ہوتا ہے۔''

چونکہ میرا موضوع ''امام احمد رضا اور عربی زبان وادب'' ہے، اس لئے میں آپ کے اس کلام کے چند عربی مصرعوں کے ترجموں اور مختصر تبصروں پر اکتفا کرتا ہوں:

''لم یات نظیرك فی نظر'' سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ گہربار میں عرض کرتے ہیں یارسول اللہ آپ کی نظیر کسی نظر میں نہیں آئی، یعنی کوئی نگاہ ایسی نہیں جو یہ دعویٰ کرے کہ میں نے آپ کی نظیر کا مشاہدہ کیا ہے کیوں کہ خالق کائنات نے آپ کو ساری مخلوقات میں لاشریک بنا کر اس خاکدانِ گیتی میں مبعوث فرمایا، خلق میں آپ کی مثلیت کل تھی نہ آج ہے اور نہ صبح قیامت تک ہوگی، علاوہ ازیں لفظ نظیر ونظر کے استعمال میں جو معنویت کی تابندگی ہے وہ اربابِ فن وبصیرت سے مخفی نہیں۔

''البحر علا والموج طغیٰ'' درمصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں استغاثہ پیش کرنے سے پہلے آپ بیکسی وپریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کس قدر پر درد نقشہ کھینچ رہے ہیں، سماعت فرمائیں: یعنی سمندر اونچائی پر ہے، تلاطم خیزی جوش مار رہی ہے، طوفان ہوش اڑانے پر تلا ہوا ہے، ہوا کا مزاج بگڑا ہوا ہے اور ایسی ناگفتہ بہ حالات سے میں دوچار منجدھار میں پھنسا ہوں، آقا! میری کشتیٔ غم کو ساحل زار بنا دیجئے۔

''یا شمس نظرت الی لیلی'' تیسرے مصرعے میں آپ فراقِ محبوب کی اضطرابی کیفیات کو کس انداز سے الفاظ کا جامہ پہنا رہے ہیں دیکھیں، فرماتے ہیں کہ اے آفتاب! تو نے میری شبِ ہجر کا مشاہدہ کیا کہ جب یہ تیری تیز روشنی میں بھی لباس شب میں ملبوس نظر آتی ہے تو پھر شب تاریک میں میری تڑپ کی ظلمتوں کا کیا عالم ہوگا، جب تجھے سرکارِ ابدقرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضری کا شرف حاصل ہو تو میری اس پر درد حالت کی منظر کشی کر دینا۔

آپ اس خوبصورت کلام کے عربی مصرعوں کو بغور پڑھتے جائیے اور سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے کمالِ فن کے پہلو بہ پہلو عشق رسول کے گلہائے رنگا رنگ کی لطیف خوشبوؤں سے مشام جاں کو معطر کرتے جائیے، یہ مختصر مقالہ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم مابقیہ مصرعوں کی تشریح کریں، انشاء اللہ العزیز کسی اور موقع پر تفصیل پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی، من جملہ یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان ایک ایسے صاحب طرز ادیب وشاعر، مستحکم و پرثبات قلم کار، مایۂ ناز متبحر مفتی، محدث ومفسر، نادرالمثال تقویٰ شعار وعابد شب زندہ دار، قابل تحسین وتقلید بحر عشق رسول کے شناور، تحقیق وتدقیق کے جبل شامخ، گستاخانِ خدا ورسول کے لئے سیف برق بار اور میدان حق وصداقت کے قوی ترسپہ سالار کا نام ہے جس کی عظمت وشہرت کا شاہین فرش سے عرش تک محو پرواز تھا، ہے اور انشاء اللہ تاقیام قیامت رہے گا۔

ہم آپ کے انتہائی محبوب خلیفہ حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کے اس گراں قدر شعر پر مقالے کو تشنۂ تکمیل چھوڑتے ہیں۔ ؎

تمہاری شان میں جو کچھ کہیں اس سے سوا تم ہو
قسیم جامِ عرفاں اے شہِ احمد رضا تم ہو

■■■